ایک ارتھی-ایک جنازہ

از

بدری نارائن سنہا
ایس-پی بھاگلپور

ترجمہ --------- از ---------

لطف الرحمن
پروفیسر ٹی-این-بی- کالج بھاگلپور

ایک ارتھی—ایک جنازہ

دو بہت ہی معصوم اور ہونہار بچے اس ہنستی اور گاتی ہوئی زندگی سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے - یہ ہندوستان کے راشٹرپتی بھی ہو سکتے تھے — کسان بھی اور مزدور بھی - لیکن افسوس ! اب کچھ بھی نہ ہوسکینگے - ارتھیاں اٹھ گئیں - ایک گھر میں جا کر ہی یہ ایشور کی اولاد بن سکے ، الگ الگ گھروں میں رہ کر نہیں - وہ گھر مردہ جانچ گھر تھا - موت نے انہیں ایک کر دیا۔ زندگی انہیں ایک کرنے میں ناکام رہی تھی - مذہب نے ان کے درمیان ایک گہری خلیج قائم کردی تھی - مگر موت نے یہ ساری دوریاں ختم کردیں - یہ سارے جھگڑے مٹادئیے - موت کی نرم اور کومل گود میں وہ ایک ہوگئے——! ایک تھی ارتھی دوسرا جنازہ - ایک میں رامائن کے پجاری تھے - دوسرے میں قرآن کے ماننے والے——اور ان لوگوں کو عوام کے نمائندے، حکام، تاجر، دنیادار، ملا، پنڈت اور پادری وغیرہ سمجھا رہے تھے——کہ صبر سے کام کرو - وہ شہید ہو گئے- وہ معصوم تھے - وہ بے قصور تھے تاکہ لوگوں کے دلوں میں نفرت اور دشمنی کا شعلہ نہ

بھڑکے - یہی فکر تھی ان سمجھانے والوں کو یہی ڈر تھا---اور یہی سماج کا تقاضہ بھی -

فساد ہندی کو لیکر شروع ہوا- کبیر خسرو جائسی رحیم اور رسکھان کی ہندی کو لے کر، سورداس، تلسی داس، میرا، کیشو اور بھارتندوں کی ہندی کو لیکر، اپنے پیارے دیش بھارت میں اپنے محبوب وطن ہندوستان میں، دوش کس کا تھا؟ مجرم کون تھا؟ ہندی؟ ہندو؟ مسلمان؟

"رام نام ستیہ ہے" کی دکھ بھری آواز ایک طرف، دوسری طرف خاموشی - موت اور رام کی سچائی اور حقیقت کو دھرا کر ایک ٹولی بیدرد اور ظالم بن رہی تھی، دوسری سینے پر دکھ کا بھاری پتھر رکھ کر لاش ڈھوکر اور موت کی اصلیت کو مان کر- ارتھی جن راہوں سے گزری انہیں راہوں سے جنازہ بھی - دو معصوم بچے جوانی کی سرحد میں قدم رکھتے ہوئے بچے، ہونہار بچے، ہندوستان کے راشٹرپتی اور وزیر اعظم بننے والے بچے! ہندوستان .. نہیں نہیں....بھارت ورش، ....نہیں نہیں اس وسیع براعظم کے دو ٹکڑے ایک جگر کے دو ٹکڑے، ہندوستان، پاکستان، ہندو، اسلام کی دو اولاد- تعلیم گاہ کی مقدس اور پاک فضا میں شہید ہوکر یہ بچے تمہارے بچے، ہم سبھوں کے بچے چلے گئے کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئے - لیکن اپنے خون میں نہا کر ہم

لوگوں کو یہ سبق دے گئے۔ اب تو ہوش کرو اب تو میل جول اور بھائی چارگی قائم کرو، اب تو نفرت اور دشمنی کی یہ اونچی دیوار گرا دو۔ کیا ہمارے معصوم لہو سے بھی تمہاری پیاس نہ بجھی۔ یہ بچے، یہ معصوم شہید اپنے لہو میں ڈوب کر ہمارے مسیحا بن گئے۔

ارتھی پر جس معصوم نے آنکھ موند لی تھی، اس کا نام تھا اوم پرکاش۔ یہ نام ہندو دھرم کی ایک سچی اور اصلی علامت تھا۔ روشنی اور زندگی دینے والا 'اوم'،
اور جس کے ارمانوں نے کفن اوڑھ لیا تھا، اس کا نام تھا 'نورالدین' وہ بھی نور تھا، خدا کا نور، کائنات کا نور۔۔۔ پرکاش اور نور۔۔۔ نام بھی دونوں کے ایک ہی تھے۔

ایک اور اتفاق! دونوں کے والد ایک ہی جگہ سے یہ منحوس خبر پاکر دوڑے تھے، اوم پرکاش کو کیا ہوا۔۔۔ میں اپنی انکھوں سے دیکھونگا۔۔۔ پولیس آفیسر اور دوسرے حکام سے رو رو کر، چیخ چیخ کر، ایک بوڑھی آواز کہہ رہی تھی۔ جس کا سہارا چھن گیا تھا۔ بڑھاپے کی لاٹھی ٹوٹ گئی تھی۔۔۔ دوسرا نور، آنکھوں کی روشنی، بوڑھے کمزور خانساماں کی انکھوں کی روشنی ڈھونڈ رہا تھا۔ ایک اداس انسان، دوسرا غریب کسان، دونوں اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی

روشنی ا ر ٹوٹی ہوئی امیدوں کو تلاش کر رہے تھے - لیکن وہ دیا بجھ چکا تھا - وہ اس ٹوٹ چکی تھی - وہ نور اب چمکنے سے مجبور تھا ؟ وہ روشنی اب جگمگانے سے معزور تھی - دونوں بے حد اداس اور دکھی لوگوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تعلیم کے لئے بھیجا تھا - لیکن وہ دیا مندر اور تعلیم گاہ کے گھنگھور، اندھیروں نے انہیں نگل لیا تھا -

"اوم" کے پتا بھوپ کی زندگی ایک جھلستی ہوئی دوپہر کی کڑی دھوپ بن گئی تھی - نہیں - - وہ تو اب زندگی کے اتھاہ اور گھور اندھیرے میں سرد ہو کر کانپتا رہے گا - نور کے باپ کی آنکھوں کا دیا اب کیسے جل سکے گا - اس کی روشنی تو سدا کے لئے بجھ گئی آس ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی -

بسودھیو کتھب کم کی ٹیر "بسم اللہ الرحمن الرحیم کے شیر دونوں کافور - ساری دنیا کو کتھب اور خاندان کی شکل میں دیکھنے والی جاتی سب سے رحیم خدا کو ماننے والی برادری" دونوں کی روشنی، دونوں کے نور -

کہیں دور سے کانوں میں سسکیوں اور چیخوں کی دردناک اور پگھلا دینے والی آواز آرہی ہے - ماتاؤں کے ٹوٹے ہوئے دل اور زخمی جگر سے نکلنے والی دکھ

اور درد میں ڈوبی ہوئی چیخ اور ہچکیوں میں بھرتی ہوئی آواز——بڑے دلار اور لاڈ پیار سے انہوں نے اپنے بیٹوں کو پالا تھا - بہت سی لوریاں گائی تھیں اور پڑوسیوں میں خوب مٹھائیاں بانٹی تھیں- آشیرواد کے جنتر پہنائے تھے - دعاء کے تعویذ باندھے تھے - پنڈتوں سے پترا دکھایا تھا - ملاؤں سے شیطان بھگوائے تھے - مگر کوئی تدبیر کوئی ترکیب ان آنچلوں کی لو کو بجھنے سے نہ بچا سکی - کیونکہ ایک خطرناک شیطان ابھی زندہ ھے جس کے جبڑے بڑے بڑے اور ناخن لمبے لمبے ھیں - وہ شیطان بھی اس دنیا میں خدا کی طرح ھر جگہ اور ھمیشہ موجود رھتا ھے - وہ ابھی مرا نہیں - وہ ھر انسان کے دل میں زندہ ھے - فرقہ پرستی کا زرہ پہن کر زندہ ھے - لاکھوں انسانوں کا خون چوس کر زندہ ھے - بیس برس پہلے سے بھی ایک موھن داس کرم چند گاندھی کو کھا کر زندہ ھے - آریا ورت کو ٹکڑے کر کے زندہ ھے - کتنے اوم کو نگل کر زندہ ھے - کتنے نور کو ھڑپ کر زندہ ھے -

جب میک بتھ کا شیطان اس پر حاوی ھو گیا تو بیوی کے بہکاوے میں آکر اس نے سوئے ھوئے ڈنکن کا خون کر دیا - مگر جب میک بتھ کا شیطان خدا کی عظیم اور بر تر طاقتوں سے شکست کھا گیا تو میک بتھ

نے یہ اعتراف کیا کہ اس نے صرف ڈنکن ہی کا خون نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنے ضمیر کو بھی قتل کر دیا تھا - چنانچہ اس کا ضمیر کبھی زندہ نہیں ہوا - اس کی بیوی کا ضمیر بھی کبھی نہیں لوٹا - اس لئے کہ انہوں نے نفرت میں ڈوب کر یہ گھناؤنا کام کیا تھا - ڈھائی اکچھر پریم کے پڑھے سوپنڈت ہوئے - "اوم" کو مارنے والے کے دل میں کبیر کے یہ الفاظ گونجے کہ نہیں - نور کو چکنا چور کر ڈالا گیا - مگر چور کرنے والوں کے دل میں یہ درد جاگا کہ نہیں ؟ یہ تو مستقبل بتائیگا -

رمضان کا یہ مقدس اور پاک مہینہ اور اگھن کی یہ یو ڈر دوادشی - برت یا روزے کی اتنی عظمت بڑائی اور پاکیزگی ــــ لیکن روزہ افطار کیا گیا تو ایک بے گناہ، بے قصور، اور بہت ہی معصوم انسان کے خون سے 'اوم' کی روگوں میں دوڑتے ہوئے گرم، لال صحتمند اور صاف خون سے وہ جس کی عظمت کا افسانہ فرشتے پڑھتے ہیں - دوادشی منائی گئی تو نور کے جگر میں کٹار مار کر ــــ کیا یہی مذہب ہے ؟ یہی دھرم ہے ؟ یہی رواج ہے ؟ کیا انسانیت اسی کو کہتے ہیں ؟

اسپتال میں بے بس اور مجبور لوگوں کی بھیڑ، بیماروں اور کمزوروں کی بھیڑ، نورالدین بے ہوش، دن

بھر روزے سے تھا۔ اور جب سورج اپنی بلندیوں اپنی اونچائیوں پر تھا، اس سمے نور الدین نے اپنی کمزور، اور بے بس اور پتھرائی ہوئی آنکھیں کھولیں۔ اور ٹوٹتی ہوئی مدھم آواز میں پانی مانگا۔ دو گھونٹ پانی——پھر پانی——اور پھر آنکھیں بند کیں تو ہمیشہ کے لئے موند لیں۔ اور اس طرح ایک بہت ہی قیمتی، جوان، تندرست اور خوبصورت زندگی کا کھیل روزے اور پانی کے افطار پر ختم ہو گیا——اور اوم پرکاش نے ایک نئی، انجانی اور اجنبی دھرتی پر اپنی آنکھیں آخری بار کھول کر پھر سدا سدا کے لئے بند کر لیں۔ سات دنوں پہلے اس شہر میں آنے والا نور اور مہمان خنجر کھا کر اس دھرتی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو گیا۔

شیوندر نے بڑھے ہوئے پان کے بیڑے کو ٹھکرا دیا ان ہونٹوں کو سوکھا رہنے دو۔ انہوں نے بہت خون پیئے ہیں۔ بہت ہی گرم لال اور صحت مند خون۔ دو معصوم اور نردوش بچوں کے خون سے ہونٹ بہت لال ہیں۔ اب ان کو اوپر کی ضرورت نہیں رہی۔ میک بتھ کے ہاتھوں کے خون سے اگر سات سمندر کا لال ہو سکتے تھے، تو ان دونوں معصوموں کے خون سے آج سے نسل کی نسل لہو لہان ہو رہی ہے۔ پان مت کھاؤ،

هندوستان اور پاکستان کے گو! یان مت کہو - اپنے هونٹوں کو مت رنگو یہ بہت رنگا چکے هیں - ان کے

رنگ کبھی نہیں چھوٹنگے -

گنگا میا نے اوم کی راکھہ لے لی - گنگا میا سارے گناہ اور سارے میل اپنے پانی میں جذب کر لیتی ھے - پاک زمین؟ پوتر دھرتی نے نور کو اپنی گود میں چھپا لیا - کیونکہ اسی دھرتی کے سینے سے سارے پودے ابھرتے هیں پھوٹتے هیں اس دھرتی هی سے همیں سب کچھہ حاصل هوتا ھے - اور گنگا یا دھرتی کس کی دین ھے؟ انسانوں کی؟ هرگز نہیں انسانوں کی دین فرقہ واریت ھے - سیاست اور---ریاست ھے اور کیا کچھہ نہیں ھے انسانوں کی دین جن کو اس زندگی میں انسانوں نے ٹھکرا دیا ان کو گنگا اور گنگا کے مقدس پانی نے دھرتی نے پاک و صاف دھرتی نے اپنی گود میں جگہ دی -

مندروں میں ناقوس کی صدائیں جاگ رهی هیں - میناروں سے اذان کی آواز خموشی کے پردے کو چیرتی هوئی آرهی ھے - لسبودھیو کتھبکم---اور اللہ اکبر

اوم چیخ رها ھے نور آہ کھینچ رها ھے بھوپ رو رها ھے شکور زخم دھو رها ھے - اور زندگی کا کارواں شادان اور مطمئن ھے اور چلا جا رها ھے -

ارتھی شاہراہ پر پھولوں سے ڈھکی ہوئی چلی جارہی ہے - جنازہ ابھی چادر میں لپٹا ہوا کندھوں پر چلا جا رہا ہے - اور زندگی کا کارواں شاداں اور مطمئن ہے اور چلا جا رہا ہے-

"اوم" نے ابھی چادر تان لی ہے - نور نے بھی ابھی چادر لپیٹ لی ہے - دونوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آنکھیں موند لی ہیں - اوم پرکاش اور نورالدین دونوں نے لیکن دونوں کی آنکھوں سے ایک لازوال روشنی، ایک الوہی روشنی پھوٹ رہی ہے، جو ہر طرف زندگی کے ہر راستے پر بچھ رہی ہے؟ بہہ رہی ہے اور ناچ رہی ہے - وہ روشنی ہر کھلی آنکھ میں سما رہی ہے - ہر بند آنکھ میں گھر کر رہی ہے - اور بے انتہا بھیڑ اور جلوس میں شیونندن اپنے آپ کو کھو رہا ہے - کارواں جا رہا ہے - اس بڑھتے ہوئے کارواں کے پیچھے جا رہا ہے شیونندن، بہت ہی تھکا ہوا، اداس نڈھال شیونندن کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح، کسی زخمی چڑیے کی طرح، اس دیش اور اس عظیم براعظم کو اپنی آنکھوں میں سموئے ہوئے -

بدری نارائن سنہا
ایس-پی-بھاگلپور
۱۵-۱۲-۹۷
۲۰۳۰ بجے شب، کنٹرول روم، بھاگلپور

یونائیٹڈ پرنٹنگ پریس
بھاگلپور-۲
۱۹-۱۲-۹۷